جناب شبیر احمد صاحب

عارف باللہ حضرۃ مولانا محمد اشرف صاحبؒ

مشاہدات و تاثرات

ہمارے حضرتؒ ایک جامع الصفات شخصیت تھے اس لیے ان کے کسی ایک رنگ پر قناعت کرنا ناسمجھی ہوگی۔ حضرتؒ بیک وقت ایک درویش، ایک جید عالم، ایک کامیاب پروفیسر، ایک صاحب طرز ادیب اور ایک قابل رشک مدبر تھے۔ حضرتؒ میں وسیع الظرفی اس درجے کی تھی کہ جو آج کل کے صوفیاء کرام میں تقریباً ناپید ہے۔ اس قسم کی وسیع الظرفی کے بغیر تحریکی بنیادوں پر کوئی کام کرنا ممکن نہیں رہتا۔ حضرتؒ نے اپنے ساتھیوں کو کسی بھی بزرگ کے پاس بھی بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا سوائے ان کے جن کا باطل پر ہونا حضرت کے نزدیک مسلم تھا اور اس معاملے میں بھی حضرتؒ کسی قسم کی مداہنت سے پاک وشفاف رائے بیان فرماتے۔ حضرتؒ کی ذات میں اخروی اور دنیاوی علوم کا ایک عجیب سنگم تھا جس کی وجہ سے آپ ان حضرات کو جو مختلف دنیاوی تخصصات سے معمور ہوتے ان کی تخصصات کو دین کے لیے استعمال کرنے میں کوشاں رہتے۔ آپ علوم دینیہ کی بالادستی کے پرزور مبلغ ہونے کے باوجود کسی کو دنیاوی علوم کی تحصیل سے نہیں روکتے تھے۔ ہمارے سامنے ایک بچہ لایا گیا جس کے بارے میں یہ شکایت تھی کہ یہ قرآن کے حفظ میں سستی کر رہا ہے۔ آپ نے اس بچے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیٹا کیوں اس نعمت سے خود کو محروم کر رہے ہو۔ مزید فرمایا کہ بیٹا قرآن کے ایک لفظ تک تمام پی ایچ ڈی ڈگریاں نہیں پہنچ سکتیں۔ پھر ایک عالم کے بارے میں فرمایا کہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام کتابیں جو میں نے پڑھی یا پڑھائی ہیں وہ ایک طرف اور قرآن جو میرے سینے میں ہے وہ دوسری طرف۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ قرآن کی برکت سے بخشش ہو جائے گی۔

آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی جب حضرت کی زبان پر آتا تو عجیب وجد آفریں لہجے میں فرماتے۔ میرے آقا۔ (ایسی باتوں کے لیے اب یہ کان شاید ترستے ہی رہیں گے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس عشق کا نتیجہ ہی تھا کہ حضرت درود شریف پڑھنے پر بہت زور دیا کرتے تھے اور جو حضرات درود شریف پھیلانے میں کوشاں رہتے ان کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ حضرت صوفی اقبال مدنی صاحب مدظلہ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت صوفی صاحب کی کتاب الحطور المجموعہ پر تقریظ لکھوانے کے لیے بندہ خود حاضر ہوا تھا۔ حضرت اس معذوری کی حالت

ہیں ظہر سے مغرب تک تقریظ لکھنے میں مشغول رہے مجھے روک کر فرمایا آج ہی سے جاؤ اور واقعی میں مغرب کے بعد تقریظ اپنے ساتھ لے کر ہی رخصت ہوا۔ تقریظ کو دیکھنے ہی سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنا عشق تھا۔ ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے اچانک فرمایا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ کرنے کا طریقہ بتاؤں ؛ ہم سب متوجہ ہو کر درخواست کرنے لگے کہ ضرور۔ حضرت نے درود شریف پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوگئی۔ اور یوں حضرت نے عملی طور پر درود شریف پڑھنے کی تعلیم دی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حضرت میں وسیع الظرفی بہت تھی اس لیے علماء پر بلاوجہ تنقید پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک موقعہ پر بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! فلاں عالم نے جو یہ بات لکھی ہے یہ تو فلاں مسلمہ قاعدے کے خلاف ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ عالم کے مجموعی اعمال کو دیکھو اس کا اگر ایک جزو میں نظریہ غلط بھی بن گیا ہے تو اس کو غلط تسلیم کرتے ہوئے اس عالم کے لیے جتنی گنجائش نکل سکتی ہے نکال لینی چاہیئے۔ اس طرح ایک دوسرے موقع پر بندہ نے عرض کیا کہ فلاں گروپ نے فلاں چیز اپنی کتاب سے نکال دی جو کہ بہت ضروری ہے۔ حضرت بھی اس کو بہت ضروری سمجھتے تھے اس لیے حضرت نے اس کو اپنی کتاب میں باقی رکھنے کے باوجود یہ فرمایا۔ ع

امور مملکت خویش خسرواں دانند

اور خاموش ہوگئے۔

حضرتؒ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا درس دیا کرتے تھے لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے سنت عادیہ (اسباب) کی قدر کرنے پر بھی زور دیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ پاس کچھ بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تو ایک بچہ بھی کر سکتا ہے، مردوں کا توکل یہ ہے کہ پاس سب کچھ ہو لیکن بھروسہ اللہ پر ہو۔ فرماتے تھے کہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے پاس ہے اس کی نسبت اس سے زیادہ اس پر بھروسہ کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس ضمن میں حضرت یعقوبؑ کی مثال دیا کرتے تھے کہ کیسے تدبیر و توکل کو جمع فرمایا کہ بیٹوں سے ارشاد فرمایا کہ متفرق دروازوں سے داخل ہو جاؤ لیکن واضح فرمایا کہ ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

حضرتؒ کی تربیت میں زیادہ تر جوان تھے اس لیے جوانوں کی نفسیاتی پس منظر سے بہت باخبر رہتے تھے اور باتوں باتوں میں جوانوں کے ان امور کی اصلاح فرمایا کرتے تھے جن سے ان کو جوانی میں زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ فرماتے تھے کہ ہم لوگوں کا تقویٰ (للہیت) یہ نہیں کہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر جنگل کا رخ اختیار کریں بلکہ ہماری للہیت یہ ہے کہ حسن ہو شباب ہو دعوت ہو موقع ہو اور پھر ہم کہیں کہ ہمیں اللہ کا ڈر مانع ہے۔

حضرت اپنے متعلقین کو بزرگ بننے کے تصور سے بھی بچانے کی کوشش فرماتے تھے تاکہ مسلمان ان چیزوں سے بچتا ہوا سادہ اور عملی مسلمان بن جائے اسی طرح اپنے مریدین کو صرف ذرائع میں منہمک ہو کر مقصد کو فراموش کرنے سے بچاتے تھے۔ کیونکہ ایک دفعہ اگر کوئی مقصد کو چھوڑ کر ذرائع میں منہمک ہو جائے تو پھر اس سے نکلنا آسان نہیں ہوتا۔ ایک مجلس میں فرمایا کہ ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ ہم سے اکابر کی صفات کا مطالبہ کیا جائے اگر وہ ہوتے تو ان میں پیدا کیے جاتے۔ ہمیں بس اتنا کرنا چاہیئے کہ گناہ سے بچیں، گناہ نہ کریں۔

حضرت سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ حضرت جو آپ کے قریب ہوتے ہیں انہی کو فائدہ زیادہ ہوتا یا جو کبھی کبھی آتے ہیں ان کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ حضرت رح نے فرمایا کہ مربی حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کو جتنا نوازنا چاہتے ہیں نواز دیتے ہیں۔ حضرت وقت کے فتنوں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اس لیے جب بھی کسی فتنے کا احساس فرماتے تو فوراً اس کے سدباب کے لیے کوشش فرماتے۔ ہمیں یاد ہے کہ حضرت اپنی مجلسوں میں قادیانیت رافضیت، خارجیت، پرویزیت اور مودودیت کا کیسے بلیغ رد فرماتے اور ان کا ابطال ایسے ذہن نشین کرا دیتے کہ بعد میں چاہے یہ فتنے کسی بھی رنگ میں ظاہر ہوں حق کے طالب سے چھپ نہیں سکتے تھے۔

بندہ نے ایک دفعہ حضرت سے پوچھا کہ حضرت بخاری شریف پڑھ لوں فرمایا کہ کسی عالم سے سبقاً سبقاً پڑھ لو ویسے نہ پڑھو۔ بعد میں پتہ چلا کہ خود احادیث شریف کی کتابیں بغیر استاد کے پڑھنے سے ان میں تطبیق میں مشکل پیش آسکتی ہے جس سے فقہاء کے ساتھ پہلے بدگمانی ہوتی ہے جو بعد میں خود رائی اور بڑھ کر الحاد پر بھی منتج ہو سکتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت سے پوچھا کہ تقویت الایمان پڑھ لوں حضرت خاموش رہے دوبارہ پوچھنے پر فرمایا کہ پڑھو اور خوب پڑھو تاکہ شبہ نہ رہے۔

حضرت تصوف میں ارشاد کے ایک خاص منصب پر فائز تھے اس لیے بڑے بڑے حضرات بھی بعض اذکار کے بارے میں حضرت کو لکھتے تھے اور حضرت ان کو شافی جواب دیتے۔

ذکر سلوک کے بارے میں حضرت کی اپنی ایک تحقیق تھی۔ حضرت اپنے مریدین کو ذکر مروجہ ضربوں کے ساتھ نہیں بتاتے تھے بلکہ بیرون سے ضرب کے بجائے اندرونی ضرب کے ذریعے دل کو متحرک کرواتے تھے جس سے دل بہت آسانی کے ساتھ ذکر سے متاثر ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک کے ساتھ حضرت کو جو عشق تھا وہ حضرت کے جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ رمضان شریف میں حضرت تمام معمولات روک دیتے تھے اور صرف قرآن پاک کے سننے اور پڑھنے میں مصروف رہتے۔ آپ کے ہاں تراویح میں پانچ دفعہ ختم قرآن کا معمول کچھ اس طرح تھا کہ پہلی دس راتوں میں ایک،

(بقیہ صـ ۳۶ پر)